

صبر کاروان

مفتی محمد فہید مصطفائی

السلامة العامة

عالمی اُمت، قاضی بدعت، پروردگار شمع و رسالت، عظیم ہر تعلیم، عظیم ہفت گوشہ و ہفتیا عظیم
مجدد دین و ملت، امام آل محمد امام احمد رضا خاں افضل بریلوی
کی سیرت و کردار و فکر و فلسفہ انسانی پر مشتمل مختصر مجموعہ ہمام

میرکارواں



مكتبة النعمان ونبيه واله كوجرانواله

الطبرقوت أبو عبد الله محمد بن علي بن محمد

أولاً: كيف يمكن أن نعرف ما إذا كانت هناك علاقة بين متغيرين؟

نام گاہ ————— میر کاہاں

محب ————— نور محمد مصدق

CONFIDENTIAL

تاریخ اشاعت: ————— مئی 2011ء

1200 ————— 1200

48 _____

نوٹ: اس کتاب کو خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی جگہ میں پیش کریں بلکہ اس کتاب کو مفت تقسیم کرنے والے حضرات کو خصوصی دعا محبت کی جائے گی۔

(ملفوظات)

ملک کے ہر شہر و علاقہ میں مفت کتب خانوں کی کڑی ضرورت ہے۔

کتابخانه ملی افغانستان - کابل

کتب عالیہ اسلام مفتقر فیروز علی گڑھ کراچی، پاکستان

مکتبہ اصفیٰ احمدیہ اور بیانات گوشت خوارانہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند کیساتھ

کتابخانه حضرت امام خمینی (ره) - تهران

مکتبہ خدائے معصیٰ اور اسلام بک کو ذرا خالی مکتبہ فروغِ کلمۃ اللہ مکتبہ احمد آباد

مخاطبوں کی تلاش میں رہے کہ ان کے لیے جو سہولیات دی گئی ہیں

● 练习 ●

نمبر شمار	مواضعات	صفحہ نمبر
1	مہر گاروان۔۔۔۔۔ نظم	5
2	آج دنیا کو احمد رضا چاہئے۔۔۔۔۔ نظم	7
3	فاضل بریلوی۔۔۔۔۔ نظم	8
4	تحفہ سلام۔۔۔۔۔ نظم	10
5	منقبت۔۔۔۔۔ نظم	12
6	رضاء رضا۔۔۔۔۔ نظم	14
7	اعلیٰ حضرت عبقری شخصیت	15
8	کون احمد رضا؟	20
9	اعلیٰ حضرت با کمال شخصیت	21
10	بچپن پاکستان	22
11	غلامان پاکستان	22
12	علوم قانون میں پاکستان	22
13	اساتذہ پاکستان	23
14	علمائے پاکستان	23
15	علوم جدیدہ میں پاکستان	23
16	حافظہ پاکستان	25

25	تصانیف باکمال	17
25	کنز الایمان	18
27	حدائق بخشش	19
28	شعروادب کے نام	20
34	فتاویٰ رضویہ	22
35	عشق رسول میں باکمال	23
36	تعلیم وادب رسول میں باکمال	24
38	سیاہی خدمات میں باکمال	25
41	دیگر شخصیات کی نظر میں باکمال	26
41	نکات علمی حالات میں باکمال	27
43	اخلاق کریمانہ	28
44	اہل حضرت چودھویں صدی کے مجدد	29
48	ماہنامہ مراجع	30

میر کا روم

از: عذیب گلشن رسالت راز الہ آبادی

راز وحدت کا جہاں میں راز داں کوئی نہ تھا
امت ختم رسل کا پاساں کوئی نہ تھا

فتح حق محفل میں روشن کوئی پروانہ نہ تھا
تکذیب تھے سینکڑوں ساقی میخانہ نہ تھا

ہما گیا تھا زندگی کی ریکواروں پر جمو
خاک کے ابرو، قلب پر، چاند چاروں پر جمو

سینکڑوں الجھن بھی تھے بھیں میں انسان کے
لوٹنے والے تھے لاکھوں دولت ایمان کے

ابر میں ہاشیہ تھا علم و فہم کا آداب
دے نہ سکا تھا کوئی ہاٹل پرستوں کو جواب

شرک تھا جب ہار کرتا احمد مختارؒ پر
نکتہ بھی تھے لوگ علم سید اہمارؒ پر

ہر دلی • ہر محنت کو ہے دست و پا سمجھا گیا
یا رسول اللہؐ کہنے پر تھا فتویٰ شرک کا

کفر پر اک دن مشیت کو جلال آ ہی گیا
رب اکبر کو شہ دیں کا خیال آ ہی گیا

صومے صمیمین کی ٹھیں دل سیماب سے
اک کرن پہوٹی اچانک چرخ پر مہتاب ہے

اس کرن نے راہ ایمان کو منور کر دیا
دشت کو گلشن تو کانٹوں کو گل تر کر دیا

اس کرن کو اہل دین احمد رضا کہنے لگے
سنتی اسلام کا سب بانٹھا کہنے لگے

اہل سنت و الجماعت کا وہ رہبر ہو گیا
اس نے جو کچھ لکھ دیا کائنات پہ پھر ہو گیا

راہ ایمان و حرمت کے نگہبان زندہ ہوا
زندہ ہوا اے مفتی احمد رضا زندہ ہوا

آج دنیا کو احمد رضا چاہئے

ہمکِ عشق و حسنِ وفا چاہئے
آج دنیا کو احمد رضا چاہئے

جس سے دنیا کو راہِ ہدایت ملی جو حقیقت و حجت کا پیغام دے
شیخِ حق جو اندھیروں میں روشنی کرے ہم کو ایسا ہی اک رہنما چاہئے
آج دنیا کو احمد رضا چاہئے

عالمی شریعت کی تحقیق کو کمالیہ طریقت کی سوغات کو
مستقیل ہدایت کی تدقیق کو اک وسیع افکار عقلا چاہئے
آج دنیا کو احمد رضا چاہئے

جس کا کردار کردارِ اسلاف ہو جس کی گفتار گفتارِ اسلاف ہو
جس کا ایثار ایثارِ اسلاف ہو وہ سراپا شریعت ادا چاہئے
آج دنیا کو احمد رضا چاہئے

دورِ بازوئے باطل کو جو توڑ دے سرکش اور تکبر کا سرخ جو موڑ دے
رضیہ دل جو ایمان سے جوڑ دے وہ مجددِ امامِ وفا چاہئے
آج دنیا کو احمد رضا چاہئے

فاضل بریلوی از: امیر طریقت حضرت مولانا عبدالعلیم مدنی میرٹھی

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
 تقسیم جان عرفاں اے شاہ احمد رضا تم ہو

طریق بحر الفت مست پادۃ وحدت
 محب خاص مہکود حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا دار اہل طریقت کا
 جو محور ہے حقیقت کا وہ قلب الاولیاء تم ہو

یہاں آکر ملیں ہمیں شریعت و طریقت کی
 ہے سبب مجمع النہرین ایسے رہنما تم ہو

حرم دالوں نے ہاتھ تم کو لپٹا قبلہ دیکھ
 جو قبلہ اہل قبلہ ہے وہ قبلہ نما تم ہو

حزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج دالوں کی
 وہ فعل پر ضیا تم ہو وہ در ہے بہا تم ہو

میاں ہے شان صدیقی چہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتنی نہ کیونکر جب کہ خیر لائقیا تم ہو

جلال و جیت قادری اعظم آپ سے ظاہر
عدد اللہ پر اک حربہ جنگ خدا تم ہو

اشہاء علی الکفار کے ہو سر سر مظہر
خلاف جس سے قزاقیں وہی شیر و فاقم ہو

جہیں نے حج فرمائے ثلاث و دہر قرآنی
یہ درد پالنے والے حضرت عیسیٰ کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ علی حسن عزم حسینی میں
عدیم الدلیل یکمائے دین اے باخدا تم ہو

جہیں پہلا رہے ہو علم حق اکتاب عالم میں
نام اہل سنت تابع غوث الہادی تم ہو

بھکاری حیرے وہ کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرد جھولی گدا کا آسرا تم ہو

تحفہ سلام

ان: ڈاکٹر کئی صاحب بکسری شاہ آبادی

برہانہ اہلسنت مجددین دولت اہل حضرت مولانا الشاد امام احمد رضا خان صاحب بریلوی
قدس سرہ

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تجدید ملت کی
سلام اس پر کہ جس نے خدمت تبلیغ ہیرت کی

سلام اس پر کہ جس نے راہ دکھائی شریعت کی
سلام اس پر کہ جس نے راہ بھائی طریقت کی

سلام اس پر کہ جس نے عزت شان نبوت کی
سلام اس پر کہ جس نے حرمت جان رسالت کی

سلام اس پر کہ جس نے دہریہ کی اہل سنت کی
سلام اس پر کہ جس نے شرم دکھ کی دین دولت کی

سلام اس پر کہ جس نے رح قرآنی کی بھائی
سلام اس پر کہ جس نے معنی مستور سمجھائی

سلام اس پر کہ جس نے مل کے عقدے سہاگی کے
سلام اس پر طریقے جس نے جلائے دلائل کے

سلام اس پر کہ جس نے رد کئے باطل عقائد کو
سلام اس پر کہ کچلا جس نے ان حشو و زوائد کو

سلام اس ذات پر جو واقف سر حقیقت تھی
سلام اس ذات پر جو ہادی راہ طریقت تھی

سلام اس ذات پر جو بزم آرائے شریعت تھی
سلام اس ذات پر جو پاسبان دین فطرت تھی

سلام اس ذات پر جو صاحب عقل نبوت تھی
سلام اس ذات پر جو شارع حسن و صحت تھی

سلام اس ذات پر جو چشمہ جان حقیقت تھی
سلام اس ذات پر جو صاحب حسن بصیرت تھی

سلام اس پر کہ جس کے دوبرہ خم یہ زمانہ ہے
اور اس کینہی کو بھی جس سے عقیدت والہانہ ہے

منقبت

از: مولانا صوفی محمد ظہیر صاحب کچھوچھو

پیشوائے اولیاء احمد رضا قادری

مقتدائے امنیا احمد رضا قادری

حای دین خدا احمد رضا قادری

مالی جہد و جفا احمد رضا قادری

جانشینِ نبوت المودی احمد رضا قادری

ہاتھیں مصطفیٰ احمد رضا قادری

رجہر اہل شریعت ہادی اہل طریقت

مصلح راہ خدا احمد رضا قادری

رہد و تقویٰ میں کہیں ملتی نہیں تیری مثال

اے رکھیں اقتیاء احمد رضا قادری

اہل سنت کی امامت کا ہے سہرا تیرے سر

مرحبا صد مرحبا احمد رضا قادری

دین کی وہ خدمتیں کہیں حیرے دست پاک نے
جس کا ڈنکا بج گیا احمد رضا قادری

مہدیت ہے دنیایت کا سر کھل دیا
جب ترا غار اٹھا احمد رضا قادری

اہل باطل کا پتہ تھے حیرے صولت سے تھا
تو تھا وہ شیر خدا احمد رضا قادری

اہل رقت اہل بدعت اہل باطل کیلئے
سیف مسلول خدا احمد رضا قادری

ہے ترا دنیائے سنیت پہ احسان عظیم
وے خدا تجھ کو جزا احمد رضا قادری

اس ظلیل قادری کی لاج رکھ لینا تھا
جبکہ ہو محشر کا احمد رضا قادری

رضا ، رضا ، رضا ، رضا

سوال میں نے جب کیا کہ اُس کا مجھ کو دے پتہ
جو پاسان ہے دین کا ، ہے سنیت کا ٹیٹھا
کہیں وہ پوئے جائیگا ، کہیں پتہ خوش نوا
کہیں چمن ، کہیں صبا ، تو سب کا ایک ہی جواب تھا

رضا ، رضا ، رضا ، رضا

کس نے شب میں دی صدا کہ چور ہے چمپا ہوا
کہیں یہ صلیح مصطفیٰ ، چرا کے بھاگ جائے گا
زمانہ سن کے کہہ اٹھا ، پھر اٹھ کے پوچھنے لگا
جگانے والا کون تھا ؟ جواب فہم سے ملا

رضا ، رضا ، رضا ، رضا

رضا کا جب اٹھا قلم ، تو مجھ کا سر علم
حسام کی گئی رقم ، دیانی کا نکلا جرم
عرب ہو کہ ہو عجم ، سبھی پہ ان کا ہے کرم
اسی لئے قدم قدم ، ہے نام ان کا گوشت

رضا ، رضا ، رضا ، رضا

رضا وہ سرحدِ زمین ، رضا وہ آفتابِ فن
وہ نبی کے عشق میں گمن ، وہ مشنِ ولایت شکن
ہیں تھا ایک اجمن ، ہے فیضِ یاب ہر گمن
ہے سیت یوں نقدِ زن ، سب کی ہے یہ صدا
رضا ، رضا ، رضا ، رضا

اعلیٰ حضرت ایک عبقری شخصیت

مولانا کوثر غازی کہتے ہیں کہ اردو زبان میں جب بھی آپ حضرت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے خاتم النبیین سرکارِ انبیاء ﷺ کا درجہ مسعودِ زمین میں آجاتا ہے اور اسی طرح جب اعلیٰ حضرت کا لفظ بولا جاتا ہے تو بلا تاخیر آقا کریم ﷺ کے مقام ، عاشقِ رسول ، مآلِ قلابِ معرفت ، دریائے عمرِ ناپیدا کائنات ، یکائے روزگارِ سعادتِ اسلام ، مرکزِ علوم ، فصیحِ اہلسان ، حامیِ سنت ، قاطعِ بدعت ، پودائے شمعِ رسالت ، امامُ المفسرین ، امامُ المجددین ، امامُ المصلحین ، امامُ المناظر ، امامُ القضاہ ، امامُ المتکلمین ، امامُ المجتہدین ، امامُ العاشقین ، چودھویں صدی کے مجدد ، محبوبِ ملتِ حاضرہ ، صاحبِ تصانیفِ قاہرہ و تالیفاتِ باہرہ ، عظیمِ ماہرِ تعلیم ، عظیمِ نصرتِ گمشدہ ، امامِ آئینہ امام احمد رضا خاں قاضی بریلوی کا نام سامنے آجاتا ہے۔

دیکھا جائے تو یہ مقام امام احمد رضا خاں کو ان کے ماننے والوں کی خوشِ عقیدگی سے نہیں ملا بلکہ یہ ان کے کافی الرسول ﷺ اور ایک ہر جہتِ شخصیت کا فیضان ہے ، برصغیرِ پاک و ہند میں یوں تو بے شمار جامع الصفات شخصیات گزری ہیں مگر جب ایک جامعہ دارِ مصر ان سب شخصیات کا جائزہ لیتا ہے تو جیسی ہر صفتِ شخصیت امام احمد رضا خاں کی نظر آتی ہے

۔ وہی پاک و بے شکہ دنیا میں دوسری کوئی نظر نہیں آتی۔

گردشِ ایام کی بھی عجیب حتمِ غریبی ہے کہ تاریخ کی اکثر و بیشتر شخصیات مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ مظلوم بھی رہی ہیں، کچھ ان سے سخت عقیدت رکھتے ہیں اور کچھ عداوت کی حد تک ان کے مخالف رہے ہیں، امیر المومنین حضرت علیؑ کو کچھ لجنے کسی نے ان کو خدا تک بنادیا اور کسی نے ان کو عوارج کہا، ہمارے قریبی دور کی مثال دیکھ لیتے ہائی پاکستان محمد علی جناح ہیں، چاہنے والوں نے ان کو قائد اعظم کہا اور لٹوی ہانڈوں نے ان کو کافر اعظم کہا، یہی صورت حال امام احمد رضا کی شخصیت کے بارے میں بھی رہی ہے، جو ان کی شخصیت کا عرقان رکھتے ہیں، ان کے نزدیک دورِ صلیر کے امام ابوحنیفہ تھے اور جو ان سے محاسن رکھتے ہیں، ان کے نزدیک وہ ایک بدعتی، متکبر اور مانگنے والا رسولی تھے، مقامِ انوس ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بارے میں تصب کی دھنیں ٹھکنیں لگا کر دیکھنے والوں نے صاف نظر سے ابھی تک ان کا ٹوٹے چاہاں دیکھنے کی کوشش نہیں کی، مگر وہ انصاف کرتے تو انہیں یہ جاننے میں کوئی دشواری نہ ہوتی کہ امام احمد رضا کے خلاف پھیلے جانے والا پردہ بیکٹڈ افغانیوں کے اپنے دلوں پر چھائے ہوئے غبارِ کدورت کا نتیجہ ہے ورنہ خود امام احمد رضا کی زبان و قلم اور قول و فعل سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ تو زبانِ حال سے یہ نکلا رہا ہے۔

نہ شبیم ، نہ شب پر حتم کہ حدیث غواب گویم

چوں غلامِ آفتابم بہرِ آفتاب گویم

کیا حتمِ غریبی ہے کہ جو رو بدعات میں مشیر برہنہ تھا، اسے خود حاکمِ بدعات قرار دیا گیا، ان کے افکار و فتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت مخالف و غیر راہ گزینی کی انہوں نے کی، شاید ہی کسی دور نے کی ہو، ان کے ایک معاصر خواجہ حسن نظام دہلوی نے [مرشد] کو سجدۂ تقیسی کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تو امام احمد

رضائے ”حرمتِ مسجدِ عظیم“ کے نام سے اس کا حجاب کھٹا اور سو سے زیادہ آیات و احادیث سے اسے حرام ثابت کیا، اسی طرح عام طور پر ہمارے ہاں قبروں پر چراغاں کیا جاتا ہے مگر امام احمد رضا قبروں پر چراغ جلاتے کو بدعت قرار دیتے ہیں، صرف اس صورت میں جواز کے ٹاکن ہیں جب قبر راستے میں واقع ہو اور اس کی روشنی سے مسافروں کو فائدہ پہنچے۔

حضرت تارکین

ایک انسان اگر کوہِ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ بچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز چھوٹی نظر آتی ہے خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بڑی ہی کیوں نہ ہو، اسلئے کہ وہ خود بلندی پر کھڑا ہے لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا، کوتاہ قد محسوس کرتا ہے کیونکہ آسمان بہت بلند ہے، کچھ بھی صورتحال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالمِ اسلام کی مہمتری شخصیت اور بر صغیر پاک و ہند کی عظیم المرتبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کے بارے میں کچھ کہنے اور لکھنے والا ہوتا ہے۔

وہ اپنے زمانے کا بڑے سے بڑا عالم، فاضل، متقی، باقیہ و محدث، مفسر، مصنف اور شاعر علوم و فنون کے کوہِ ہمالیہ پر ہی کیوں نہ کھڑا ہو، اسے ہر چیز چھوٹی نظر آتی ہے مگر جب وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں جیسے علم و فن کے بحر و غار اور تحقیق و تصنیف کے بادشاہ کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا ذکر وہ خود اپنے آپ کو بہت کوتاہ اور پست شخصیت محسوس کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطباء کی زبانیں ٹوٹ کر اڑتی تھیں، اور بڑے سے بڑے شریک کی لوکِ قلم سے الفاظِ ثلوثِ ثلوث کر گرنے

لگتے ہیں، مشربان کی بھاگ باغ میں رافضی ہے نہ قلم کی رگاب پاؤں میں، وہ انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ اتنی عظیم ہر جہت شخصیت کے کس پہلو سے بات کی جائے، کہاں ختم کی جائے، کس وصف کو ذکر کیا جائے، کس کو ذکر نہ کیا جائے، آپ کے لٹائل و کمالات ہی ہر جہت نہیں بلکہ آپ کی شخصیت ایک بہشت پہلو ہیرے جیسی ہے، اسے سورج کی روشنی کے رخ پر دکھا جائے تو ہر کوئے سے ایک نیا رنگ نظر آتا ہے، کسی سمت سے سنہری دنیا ہیرا و پیرا۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت کو بھی علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے بے شمار رنگ دل و نگاہ کی جاڑ بیت کا سطر پیش کرتے ہے۔ بقول شاعر۔

کوئی تصویر نہ ابھری تیری تصویر کے بعد
ذہن خالی ہی رہا کلمہ سائل کی طرح
محترم کارکنین

دانشوں کو ملانے کیلئے متعدد خطوط بھیجے جاسکتے ہیں مگر ان میں خط مستقیم ہی ہوگا جو سب کے درمیان میں ہوگا، اس میں نزہت کی ہوگی اور نہ ہی تشبیب و فراز، اسی طرح اسلام کا نام لینے والے بھی بہت فرتے ہیں مگر ”ما لنا علیہ و اصحابی“ کا مصداق اور سلف صالحین کی راہ پر چلنے والے، الحیف لہ! صرف اہل سنت ہی ہیں، دیگر فرتے اعتقاد کی لحاظ سے دلوں راست پر قائم نہ رہ سکے۔

امام احمد رضا بھی چودھویں صدی کے وہ عظیم عالم اور دنیائے اسلام کے وہ نامور مفتی تھے جنہوں نے اپنی تمام عمر مضامین اسلامیہ کا چہرہ دیتے ہوئے گزار دی، ان کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی اہل فتنوں کا حاسبہ کرتی نظر آتی ہے، اسلامی حرمت کے پیش نظر کسی کو خاطر میں نہ لاتے، اس وقت کے فتنے کا دہشت کے خلاف چہرہ سائل مرحوم کے مسائل و

فلسفہ کے روش میں چار دوسرائی مرتب کئے، جو دو برہمن کے دو اور نصاریٰ کے دو میں دوسرائی مرتب کئے۔

امام احمد رضا! اللہ اکبر! ایک ایسا درویش جس کا علم کسی نہیں بلکہ وہی قیام و مسئلہ فیہ پر چند کھٹکوں میں خاتمہ کتب کے دو درویش تھے عربی زبان میں [الدولة المکیة فی المادة الخبیة] ایسی ضخیم محقق و مدلل کتاب کا قلمبند کر لینا کچھ آسان نہ تھا۔

یہ کتاب از ابتداء تا اختتام خدا کی عطا کردہ اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی مظہر و آئینہ ہے، جہاں عام انسانوں کا علم کسی دست بستہ انہیں خراج حقیقت پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

چنانچہ جب امام احمد رضا ایسی نا درود گزار شخصیت نے کمان اپنے ہاتھ میں سنبھالی تو سب قلم نے شاترانی رسول کے بڑے بڑے ناموروں کے سر قلم کر دیے جو کوہستان دیارِ ایران و عرب و ہند کے شیر ہر جگہ جاتے تھے وہ امام احمد رضا کے نکات قلم پر شہر قالمین ثابت نہ ہو سکے۔

خدا کے قدر سیدنا امام احمد رضا کی قبر اطہر پر درختوں کے سادہ بھادوں برسائے جن کے ٹوک قلم نے گھناؤنپ تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے پوری نسبت مسلک کو اُجالے میں کھڑا کر دیا۔

اسے وقت کے دانشوروں، انجمنوں، امام احمد رضا کا ایسا درویش و مسود جو جہنم تھا لاکھوں پہ ہمارے ہر کم خدائے خراج حقیقت پیش کرنے کیلئے نا کافی ہو گیا، عقل حیران ہے کہ زبان و قلم کیلئے پانچ سو برس کی بھیک کہاں سے مانگی جائے اور کس کے خزانہ آمد سے گوہر آبدار جن جن کران کے قدموں پر نچاؤ کئے جائیں جس سے امام احمد رضا ایسی شخصیت کی دینی و قلمی خدمات کا حق ادا کیا جاسکے۔

امام احمد رضا وہ ایک شخص ہی نہیں بلکہ وہ ایک نظریہ، عقیدہ، مسلک، مشرب

ماہنامہ، کتب خانہ، علوم و معارف کا گورنران، عمر (خارجی) تھا، اور سکا اور خانقاہی تھا،

امام احمد رضا آسانی علم و حکمت کا اور خشتاں آفتاب تھا اور گلستان طریقت و معرفت کا شاداب پھول، علم کا ہر کا چاند چال اور علم باطن کی زندہ مثال۔

وہ دن کے اُجالے میں میدانِ قلم کا چھوڑ اور رات کی تاریکی کا جلوہ شب زندہ دار وہ مناظر تھا، مقرر، مصنف، مؤلف، مفسر، نصح و بلغ فقیر تھا۔

امام احمد رضا دایرہ اہلیات و فنکیات تھا، دایرہ ریاضیات و طبیعیات تھا، دایرہ نجوم و تقویم تھا جو دونوں مشہور علم پر سادہ بھادوں کی طرح برستار ہا، وہ دایرہ علم الادبیات و علم الابدان تھا، انقضی وہ ایک وقت ستر سے زائد علوم و فنون میں پورے طوفانی اور کامل دسترس رکھتا تھا۔

امام احمد رضا وہ اپنے وقت کا اہل حنفیہ و شافعی تھا، غزالی اور ربی تھا، وہی اللہ میں تھا وہ درگاہ کی نوک پہلک سے آفتاب اور خانقاہ کے سرسبز موز کا ہر از تھا، اُسے خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے کئی ایسی زندگیاں درکار ہیں۔

وہ چار نعمتوں میں سے ایک اور نعمت تھے، آج معمولات و مراسم اہل سنت کی جو عہد و حام ہے جس کے حنات و برکات سے پوری دنیا نے اسلام بالمال اور ہی ہے، یہ امام احمد رضا کی جہاد باقلم کا نتیجہ ہے۔

ملکِ سخن کی شای قلم کو رضا مسلم

جس سے آگے ہو سکے بھلا دیے ہیں

آج دنیا میں مشرکین و کفار و مرتدین و گمراہان کا کوئی بھی گروہ ایسا نہیں جس کے رد میں امام احمد رضا نے تصنیف نہ کی ہو، آپ ایک ایسا ٹیکو پیڈ تھے، قلم کے بادشاہ تھے جس مسئلے پر قلم اٹھایا، پھر تمام جزئیات بیان کر دیں، صاحب دل تھے، صاحب خبر تھے

مقتوموں کے مروجہ ذوال سے باخبر تھے، ناقل مسلمانوں کو جتنے پروگراموں سے ہیں غیر وارد کرتے ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری مہائی بولی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے

ولك الحمد

تعلیمات رسول کے منظر۔۔۔۔۔۔ صدائے صدیق کے منظر
صدائے امر کے منظر۔۔۔۔۔۔ سخاوتِ حقان کے منظر
شمِ صبر حیدر کے منظر۔۔۔۔۔۔ عشقِ ہمالیہ کے منظر
عالمین غزالی کے منظر۔۔۔۔۔۔ سوزِ روی کے منظر

کونسل

جس نے چار سال کی عمر میں باغیچہ چھوڑ دیا۔
جس نے چھ سال کی عمر میں میلا والی پر تقریر کی۔
جس نے ۱۳ سال کی عمر میں درس لکھائی کر لیا۔
جس نے ۱۴ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا اور ملحق بن گئے۔

جس نے ۷۰ سے زائد علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

جس نے ۱۰۰۰ سے زائد کتب تصنیف کی۔

جس نے مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام لکھا۔

جس نے آٹھ کھنٹوں میں بخارا کی حالت میں علمِ غیب پر مدلل کتاب لکھی۔

جس کی کتاب پر ۷۰ سے زائد علماء نے تقاریر لکھیں۔

جس نے ۳۰ جلدوں پر مشتمل فقہ اسلامی کا عظیم مجموعہ فتویٰ رضویہ لکھا۔

جس نے مشفق رسالت سے بھرپور ترجمہ قرآن کھڑا ایمان لکھا۔

جس نے ساری زندگی مشفق رسول اور ناسوح رسالت کی حفاظت کی۔

جس نے جدید علوم و فہرہ میں نہ صرف مہارت حاصل کی بلکہ تصانیف بھی لکھیں۔

جس کو حاکمین نے بھی فقیہ و عالم مانا۔

جس نے ساری عمر گستاخانِ رسول کی مذمت کی۔

جس نے کبھی کسی دنیا دار کی مدح سرائی نہ کی۔

جس کو عرب و عجم کے علماء نے ۱۴ ویں صدی کا مجدد کہا۔

جس کی ہر ہر اورادت مصطفیٰ۔

جس نے ہندو جوں مجدد یوں کا سرِ قلم کیا۔

جس نے سائنس کے نظریہ کو رد کرتے ہوئے طر مایا کو زمین ساکن ہے۔

جس کے ہارے میں علامہ اقبال نے کہا کہ حیا کی پارے کا غم کر لیں تو پھر بھی

نہیں بدلتے۔

چار سال کی عمر میں، ناظرہ قرآن کی تکمیل کی، چھ سال کی عمر میں صوبہ سیلا دا قبیلے کے سوانج پر جم غفیر کے سامنے طویل تقریر کر کے سامعین کو حیرت میں ڈال دیا۔

خانہ خانان باکمال

آپ کا خانہ خانان دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے معزز تھا، تعلیم و تربیت جدا جدا مولانا رضا علی خان اور علوم عقلیہ و عقلیہ کے ماہر والد گرامی مولانا گل علی خان کی آنکوش محبت میں ہوئی۔

علوم و فنون میں باکمال

فاضلہ بریلوی نے تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کر کے سچ فراغت حاصل کر لی اور اسی دن حرمتِ رضایت پر پہلا فتویٰ صادر فرما کر والد گرامی کو حیران کر دیا اور اسی دن سے مسجدِ اثناء کی ساری ذمہ داری اس نیکو جوان ۱۳ سال کی قلیل عمر کے مفتی کے سپرد کر دی گئی، پھر اس وقت سے تمام مرگ ۵۵ سال قادی نوکی میں مصروف مل رہے۔

کوئی ایسا علم تھا جس پر انہیں مہارت نہ مل سکتی، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، قرأت، تجوید، تصوف، سلوک، مناظرہ، وراثت، اصول حدیث، اصول تفسیر، وغیرہ علوم عقلیہ و عقلیہ کے ماہر بنے۔

جدید تحقیق کے مطابق آپ ۷۷ سے زائد علوم و فنون میں دوسری دیکھتے تھے جن میں حدیث و تفسیر کے علاوہ کیمسٹری، اکاؤنٹس، مائنس، کامرس، پبلک ایکنس، ہیئت، ریاضی، فلسفہ، منطق وغیرہ شامل ہیں اور آپ نے ان تمام فنون پر تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ کتب بھی تصنیف فرمائیں، اس کے باوجود عاجزی و انکساری کا یہ عالم ہے کہ آپ خود اپنے اشعار میں کہتے ہیں۔

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ حیرا
مفت پلا تھا بھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پاچھتے ہیں ہائے نکما حیرا
تیرے ٹھکڑوں سے بچے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جہزیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ حیرا

اساتذہ پاک کمال

والدہ ماجد مولانا فتح علی خان، مولانا میرا حسین قوری، علامہ عبدالاحیٰ رام پوری۔

علامہ پاک کمال

علامہ فقیر الدین بہاری، مولانا حسن رضا، مولانا حامد رضا، مولانا سید احمد
کچھو چھو، مولانا حسین رضا، مفتی احمد یار خان، مفتی، مولانا امجد علی، عظیم، وغیرہ۔

علوم جدیدہ میں پاک کمال

علم طب، کیمسٹری، ماکالوگس، فنانس، کامرس، پولیٹیکل سائنس، سیت، سرجری کے
نہ صرف باہر تھے بلکہ مختلف فنون پر مایہ ناز تصانیف میں لکھیں جیسے زمین ساکن ہے، والٹوز
الہمین، درد و حرکت، زمین و غیرہ۔

علوم جدیدہ کی ایک مثال آپ کے سامنے دکھائیں، اس بات میں کوئی شک نہیں
کہ کچھ لوگ اپنی ذات میں اس قدر غیر معمولی اور منفرد ہوتے ہیں کہ ان کی مثال صدیوں

تک نہیں نظر آتی۔ یہی صورتحال ایک ماہر روزگار شخصیت ڈاکٹر سر فیاض الدین کی ہے جنہوں نے کلکتہ یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے دیپان میں ایم اے اور جہاں میں کیا، کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو کر مکمل پوزیشن حاصل کی، ہر آنکھ یونیورسٹی اسکالرشپ حاصل کی، جرمنی میں لوگن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اور ریاضی میں مزید مہارت آئی سے کی، واپسی پر مختلف عہدوں سے ہوتے ہوئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دانش چانسلر بنے۔

ایک دفعہ انہیں ریاضی کے ایک مسئلے میں الجھن پیش آگئی، کئی پتے کی پوری کوشش اور سوچ و بچار کے بعد بھی وہ الجھن حل نہ ہو سکی تو ڈاکٹر صاحب نے جرمن جانے کا پروگرام بنا لیا تاکہ وہاں بڑے بڑے ماہرین ریاضی سے استفادہ کیا جائے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ اسلامک سٹڈیز کے چیرمین سید سلیمان اشرف بہاری نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی کے بڑے مولوی صاحب یعنی اعلیٰ حضرت سے بات کر لیں، ممکن ہے کہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے، ڈاکٹر صاحب نے کہا میں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر چکا ہوں، کئی پتے کی رمان سوزی کے باوجود وہ مسئلہ حل نہیں کر سکا، آپ مجھے ایسے مولوی صاحب کے پاس جانے کو کہہ دیجئے۔

اس کے باوجود علامہ بہاری نے اصرار کیا اور کہا کہ آپ ایک دفعہ ضرور جائیں، مسئلہ حل ہوگا تو بخیر و نہ حرجی کا راستہ نکلا ہے، ڈاکٹر سر فیاض الدین بادل نخواستہ بریلی حاضر ہوئے۔

عصر اور مغرب کے درمیان ملاقات کا وقت مقرر تھا، بریلی کے بڑے مولوی صاحب نے پوچھا کہ کیسے تشریف لائے، ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پیش کیا، تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد فرمایا، لکھئے آپ کا مسئلہ اللہ نے حل کر دیا، آپ اعجاز نہیں کر سکتے کہ ڈاکٹر

صاحب پر چہرہ توں کے کھتے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں گے وہ بے ساعہ پکا دالھے اس سے پہلے علم لدنی کے بارے میں سنا کرتے تھے لیکن آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے داڑھی بھی رکھ لی اور نماز بھی پڑھنے لگ پڑے اور کہتے تھے کہ یہ داڑھی بریلی کے بڑے مولوی کی دین ہے۔

ملک سخن کی شای تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو تھے بٹھا دیے ہیں

حافظہ باکمال

صرف ایک ماہ میں حفظ قرآن کی تکمیل کر لی، جو کتاب ایک بار پڑھ لیتے ساہا
سال اس کا صفحہ اور فلان تک نہ بھولتی، محدث کچھ چھوٹی فرماتے ہیں کہ جوابات فقہ میں
جہاں سب لوگ تھک جاتے تو وہ احمد رضا کے پاس آ جاتے تو آپ کتاب بجلو، صفحہ نمبر تک
بتا دیتے۔

تصانیف باکمال

اہل حضرت کا شمار تیسرے طبقے مجتہدین فی المسائل میں ہوتا ہے۔
جنس ارض کی علماء نے ۷۰ اقسام بیان کی ہیں، آپ نے ان میں سے ۱۰۰ قسموں کا
اضافہ کیا ہے، جن چیزوں سے تخم نہیں ہو سکتا علماء نے ۷۰ چیزیں بیان کی ہیں، آپ نے
ان میں سے ۳۰ قسموں کا اضافہ کیا ہے۔

تلف علوم و فنون پر ۱۰۰۰ سے زائد کتب تصنیف کیں، چند مشہور کتب کے نام یہ
ہیں۔ آپ کی سب سے مشہور تصنیف علوم قدیمہ و جدیدہ، فکلیہ و عقلیہ کا عظیم مجموعہ قرار دی

رضویہ ۳۰۰ جلدوں پر ۳۶۰۰ سوالات پر مشتمل، قدیم بارہ جلدوں میں ۱۳۶۳۰ صفات، زمین ساکن ہے، صحائف بخش، کنز الایمان ترجمہ قرآن، **الدولة المکیة فی المادة الغیبیة، انباء الحی شرح الدولة المکیة۔**

کنز الایمان

مولانا کوثر نیازی کہتے ہیں کہ حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تکرار قرار دیتے ہیں وہ بارگاہ رسالت میں ان کا ادب و احتیاط کی روش کا نتیجہ ہے، شاعر نے شاعری نہیں کی بلکہ شریعت کی ترجمانی کی ہے، جب یہ کہا۔

ادب کا رستہ زبر آسان از عرش نازک تر
فہم گم کردہ ی آید جنبہ و بازید این جا
میرالپنا شعر ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ وہاں نمی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں ہے اولیٰ کا

ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہوتی ہے {ووجدک ضالاً فہدی} کے ترجمہ کو دیکھئے، قرآن اس بات کا شاعر ہے {ماضی صابکم و ماغوی} رسول نہ گمراہ ہوئے نہ بھگے۔

اب عربی زبان ایک مستند ہے، اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مہلوم دکھاتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی بھی مطلب افادہ کر سکتے ہیں {ووجدک ضالاً} کا ترجمہ [ماضی] کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عجب

رسول کے صحن مطابقی کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو کہ انہوں نے اس آیت کریمہ سے کیا انصاف کیا ہے؟

فلج الاسلام مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں [اور پایا چھ کو بھٹکتا اور پھر وہ بھٹکی] محترم قارئین! کہا ہاں سکتا ہے کہ مولانا محمود الحسن اور یہ نہ تھے، اس لئے خطا ہو گئی۔

آئیے! ایک اور یہ مشاعرہ مصنف عبدالعاجد اور یا ہادی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
[اور آپ کو بے فخر پایا اور استہتایا]

مولانا اور یا ہادی پر اپنی وضع کے اہل زبان تھے، ان سے بھی خطا ہوئی اور آئیے جدید دور کے اردو نئے معنی کے ماہر اہل قلم مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیں کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں [اور تمہیں تا واقعہ راہ پایا اور ہر ہدایت بخشی]

محترم قارئین!

تعلیمی کی گروہی اور پھر ہدایت یابی میں جو دوسرے اور گستاخیاں بھیجی ہوئی ہیں، انہیں پیش نظر رکھیں اور پھر ترجمہ قرآن [کنز الایمان] میں امام احمد رضا کے ترجمہ کو دیکھیں، امام احمد رضا نے کیا عشق اظہر فرمایا اور ادب آموز ترجمہ کیا۔

[اور تمہیں اپنی محبت میں خود لذت پایا تو اپنی طرف راہ دی]

محترم قارئین!

کیا حتم ہے فرقہ پرستی کی کہ لوگ ”رشدی“ کی کھواسات پر زبان کھولتے سے تامل کریں کہ کبھی آقا جان دلی نعمت عارض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا عزیز اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خود رکھ دیا خود کا نام جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کشفہ ساز کرے

{ لیویا کے اخبار [الدعوة] میں ۱۳۲۱ھ میں یہ خبر چھپی تھی کہ ہامدا مصر کے شیخ سید محمد غطاوی کی سرپرستی میں [مجمع البحوث الاسلامیہ مصر] نے ترجمہ قرآن کنز الایمان کو اسلامی تعلیمات کے ضمن مطابق قرار دیتے ہوئے عالمی اشاعت کا سرمیل کیف دیا ہامدا شریعی کی کوششوں سے }

نقادی رضویہ

نقادی رضویہ اعلیٰ حضرت کی وہ عظیم الشان تصنیف ہے جو قدیم بارہ جلدوں پر مشتمل ہے جبکہ اب جدید الحمد للہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے زیر اہتمام نقادی رضویہ شریف کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ اشاعت پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے، بلا سبالہام یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ تیس جلدوں پر مشتمل یہ دنیا کا ضخیم ترین نقادی ہے، یہ بلند پایہ فقہی شاہکار مجموعی طور پر 21970 صفحات، 6848 سوالات کے جوابات اور 208 رسائل پر مشتمل ہے جبکہ ہزاروں مسائل صمدیہ پر بحث بھی موجود ہیں۔

حدائق بخشش

شاعری ایک ایسا میدان ہے جہاں ادب و احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور شاعری میں پھر نعت کوئی تو ایک مشکل صنف ہے جس میں ایک ایک قدم ہل صراط پر رکھنا پڑتا ہے، یہاں ایک طرف شریعت اور دوسری طرف محبت ہوتی ہے، امام احمد رضا کو بھی اس مشکل کا کامل احساس ہے، وہ مخطوطات میں فرماتے ہیں [نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلتا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کی کرتا ہے تو تھیں ہوتی ہے]

اب اس معیار کو سامنے رکھ کر ہم نعتیہ شاعری کے ذخائر پر نظر ڈالیں تو صرف ایک ہی شاعر پر اترتا ہے، وہ بھی امام احمد رضا بریلوی۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیخ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے والا و اہل ہمارا نبی

وہ کیا جود و کرم ہے شہ پہلی حیرا
نہیں سنا ہی نہیں مانگتے والا حیرا

اعلیٰ حضرت شعروادب کے امام

اعلیٰ حضرت کوئی پیشہ دار شاعر نہ تھے بلکہ آپ نعت گو شاعر تھے، آپ نے کبھی کسی دنیا دار کی تہنید و تحرائی نہیں کی، ایک بار ریاست تانپارہ کے لواب میں سارے شعراء کلام پیش کر رہے تھے تو آپ سے بھی گزارش کی گئی کہ آپ بھی اس کی شان میں کچھ کہیں تو آپ نے جواب میں کہا کہ میں کبھی کسی دنیا دار کی مدح نہیں کرتا بلکہ میں تو صرف اپنے آقا کی مدح سراہی کرتا ہوں، چنانچہ آپ نے یہ کلام کہا۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص چہاں نہیں
 بچی بھول خار سے دور ہے بچی شمع ہے کہ دھواں نہیں
 کروں مدح اہل ذوق رضا پڑے اس جا میں میری جا
 میں گھا ہو اپنے کریم کا میرا دین پارہ تان نہیں

آپ بھلی باریج کیلئے ۱۸۷۸ء میں والد گرامی کے مراد شریف لے گئے، آپ
 نے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے وقت یہ نصیحت کلام مرحب کیا۔

حاجہ آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
 کہہ تو دیکھ بچے کہے کا کہہ دیکھو

دوسری دفعہ حج کی سعادت ۱۹۰۵ء میں حاصل کی، اس موقع پر یہ کلام گھلا۔

ظہرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
 جس پر تار جاں قلاح و ظفر کی ہے

دوسری مرتبہ امام احمد رضا مدینہ منورہ کی حاضری کے موقع پر مواہدہ شریف کے
 سامنے آبدیدہ ہوئے کہ زیارت ہو جائے، بھلی شب ایسا نہ ہوا تو آپ نے یہ کلام گھلا۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
 تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
 کوئی کہیں پہنچے تیری بات رضا
 تجھ سے شیا ہزار پھرتے ہیں

پھر زیارت ہو گئی تو یہ کلام نکھار

ان کی جہک نے دل کے غمے کلا دیے ہیں
 جس راہ چل دیے ہیں کوپے ہا دیے ہیں
 ان کے ثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
 جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں
 جب آگئی ہیں جھٹ بھٹ رحمت پہ ان کی آنکھیں
 چلتے بھا دیے ہیں ، روتے جنا دیے ہیں
 اک دل جارا کیا ہے ، آزاد اس کا کتنا
 تم نے تو چلتے پھرتے مردے جلا دیے ہیں

تکلیفات و استقامات

سرد کہیں کہ ہاگ و مولا کہیں تجھے
 باغ ظلیل کا گل زیا کہیں تجھے

اللہ سے میرے جسم منور کی چاہیں
 اے جان جاں ا میں جان جلی کہوں تجھے
 تیرے تو وصف صیہ تنہا سے تھا ہری
 حیران ہو میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
 لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
 خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

چار دہانوں کو فتح کرنا

لم یات نظیرک ہی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
 یک راج کو تاج تورے سر سے تھم کو خبر دہرا جانا
 البحر علاو الموج طغی من کس و طوفان ہوٹ رہا
 منہادہار میں ہوں کڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

حسرت و ناکامی

آہ ا وہ آنکھ کہ ناکام تھا ہی رہی
 ہائے وہ دل جو تیرے در سے پر اُردمان گیا
 دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
 سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

جان و دل ہوئی و غم سب تو مہینے پہلے
تم نہیں چلے رضا سارا تو سامان گیا

قصاحت و بلاغت

حسنی یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشٹ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

کامل حسن یوسف و نام محمد

وہاں حسن یوسف ----- یہاں نام محمد
وہاں کٹنا کہہ تم قصہ پر دال ہے ----- یہاں کٹنا کہہ قصہ دارا و پر دال
وہاں مصر ----- یہاں عرب کہ داستان جاہلیت کہ سرکش مشہور تھے
وہاں انگلیاں ----- یہاں سر
وہاں کٹیں یعنی ایک بار ہوا ----- یہاں کٹاتے ہیں یعنی بار بار
وہاں محمد تھی ----- یہاں مرد

زور بیان و تقصیر زبان

زمین و زمان تمہارے لیے ، مکیں و مکان تمہارے لیے
چنیں و چنیں تمہارے لیے ، بے دو جہاں تمہارے لیے

جہاں میں چمن ، چمن میں سخن ، سخن میں بھین ، بھین میں دھن
مزائے سخن پہ ایسے فن ، یہ امن و امان تمہارے لیے

اعلیٰ حضرت کا مخصوص رنگ

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک غل
روشن انہیں کے نکس سے تجلی بھر کی ہے
مولا علی نے دامی تیری نیند پر نماز
وہ بھی عصر جو سب سے اعلیٰ خطر کی ہے
بھینی سہانی صبح میں غنڈک بھر کی ہے
کلیاں نکلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
ہم جاگے اور قدم سے پٹ کر دم کے
سوچا خدا کو یہ عقبت کس سر کی ہے
ہاں ہاں! وہ عینہ ہے خاں ذرا جاگ
اوا پاؤں رکھنے والے یہ جا چٹم و سر کی ہے
اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاک پاک
صرت ملائک کو جہاں دلیع سر کی ہے
مانگے مے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے ، نہ حاجت اگر کی ہے

قصیدہ معراجیہ

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 تھے نزلے طرب کے سلمان عرب کے مہمان کیلئے تھے
 وہاں شک پر یہاں زمیں پر رہی تھی شادی بچی تھی دھڑکیں
 وہاں سے انور بنتے آتے یہاں سے نجات اٹھ رہے تھے
 نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول و آخر
 کہ دست بدست تھا پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
 تھے تھے روح الامین کے بازو چٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
 رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نکلا حسرت کے دلوں سے تھے
 چارک اللہ شان حیرتی تھی کو دنیا ہے بے نیازی
 کہیں تو وہ جوشِ لبِ زبانی کہیں تھا جسے دھال کے تھے
 خود سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گمان سے گزرے گزرنے والے
 پڑے ہیں پاں خود جہت کو لالے کے بتائیں کدھر گئے تھے
 دہی ہے اول ، دہی ہے آخر ، دہی ہے ظاہر ، دہی ہے باطن
 اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

قصیدہ نور

صبح طیبہ میں ہوئی بد ہے ہارہ نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دنا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا
صبح دل مشکوٰۃ حق سینہ زہاچہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا
تیری نسل پاک میں بچہ بچہ نور کا
تو ہے صبح نور حیرا سب گمراہ نور کا

درد و سلام

کعبہ کے بد الدینی تم پہ کروڑوں سلام
طیبہ کے عیسٰی بھی تم پہ کروڑوں سلام
نور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چپا تم پہ کروڑوں درد
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درد

منظور یہ ہے کہ اہل حضرت کا کلام ہر قسم کی تمام لغزشوں اور لغویات سے بالکل پاک ہے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول ہیں اور حکم رب کے خلاف ہرگز نہ کوئی کام کرتے۔ نہ کوئی بات۔ آپ کا کلام نعت صاحب لولاک کا اصول خزانہ ہے۔ قرآن وحدیث کی محبت بھری تفسیر ہے اور ہر صاحب ایمان مسلمان کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ دباغی بھی آپ کی ہی ہے۔

اللہ کی سرتا بدم شان تھا یہ ان ما نہیں انسان وہ انسان تھا یہ
قرآن تو ایمان بتاتا تھا انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان تھا یہ

عشق رسول میں باکمال

آپ عشق رسول کے نمونہ تھے۔ بقیہ کلام اس امر کا شاہد ہے کہ ہر شعر سے عشق رسول کی بہاریں نکلتی ہیں، آپ کی شاعری کا محور و مرکز حب مصطفیٰ اور تعظیم اولیاء ہے، آپ نے کبھی کسی دنیا دار کی قصیدہ خوانی نہیں کی بلکہ ہمیشہ حضور کی اطاعت و محبت کو دل و جان سے قبول کیا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
نہ الہ میں دنیا سے مسلمان مہیا

آپ نے گستاخوں کا شدید واسطے کیا تا کہ وہ حضور کو برا نہ کہہ سکیں۔

مولانا کوثر نیا زی کہتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ امام احمد رضا مستود تھے، انہوں نے بڑے بڑے علما و کابر کو کافر کہا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہی ایک بات تو انہیں دوسرے مکاتب فکر سے ممتاز کرتی ہے کیونکہ فتنی و روج ہندی و بریلوی اکثر مسائل میں ایک ہی ہیں مگر جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان اکابر و روج ہندی خلاف احتیاط تحریروں کو امام احمد رضا نے قابل اعتراض جانا اور کیونکہ معاملہ عظمتِ رسول کا تھا، اسلئے رعایت نہ برتی گئی۔

جس شخص کی رہائی دی جاتی ہے یہی ان کی ذات کو دوسرے مکاتب سے جدا کرتی ہے اور یہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے، وہ ثنائی المرسل تھے، اس لیے ان کی غیرتِ مشقِ احتمال کے درجے میں بھی تو جین رسالت کا کوئی عقلی پہلو برداشت کرنے کو چاہ رہی تھی۔

آخری وقت آپ نے یہ وصیت کی کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول کی شان میں اولیٰ سی بھی گستاخی یا توہین پاؤں، لہر و چہرہ، آکٹائی بھارا کیوں نہ ہو، اس سے جدا ہو جائے۔

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور روج ہند عالم مولانا اور یس کا نہ بلوی سے لیا، یہی کہی اعلیٰ حضرت کا ذکر آتا تو فرماتے مولوی صاحب مولانا احمد رضا کی بخشش تو انہی فتوؤں کی وجہ سے ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ احمد رضا خان انہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ تم نے بڑے بڑے عالموں کو معاف نہ کیا، تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسالت کی ہے تو ان کو کافر کہا، ہاں وہی ایک عمل پر ہم نے انہیں بخش دیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ مولانا محمد شفیع روج ہندی سے سنا، جب اعلیٰ حضرت کی وفات ہوئی تو مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اطلاع دی کہ وہ وفات پا گئے ہیں تو مولانا اشرف علی تھانوی نے بے اختیار دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، جب وہ دعا کر چکے

تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ وہ تو عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے آپ ان کے لیے دعاء مغفرت؟ کہا کہ یہی بات تو سمجھنے کی ہے کہ انہوں نے ہم پر کفر کے فتوے اسلئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے تو جن رسالت کی ہے، اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے ہمیں کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔

مولانا کوثر غازی مجدد العلماء، مکتبہ محمدیہ اور دہلی پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور کہا کہ مجدد کے ہاں میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کیلئے چارٹس آؤٹ ایں کئے گئے تھے، چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کا نام لکھا ہوا تھا۔

[روزنامہ جنگ، ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء]، [فتاویٰ رضویہ، ۱/۲۳]

تعلیم و ادب رسول میں با کمال محترم قارئین!

اہل حضرت نے لوگوں کو دہرائی کا ادب اور تعلیم و تہذیب کا درس دیا، اہل ایمان کے دلوں سے محبت رسول نکالنے والوں کی پہچان کروائی۔

جب بھی کسی نے کہا کہ نبی کے پاس کچھ نہیں تو آپ نے حدیث کا حوالہ دیا۔

”وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يَعْطٰی“ [صحیح بخاری کتاب العلم]

اور حدیث پاک کے ساتھ اپنا کلام پیش کیا۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہر حق کرم بتایا

میں بھیک مانگنے کو میرا آستان بتایا
میرے کریم سے مگر قطرہ کسی نے مانگا
دیر یا بہا دیے ہیں مددے بہا دیے ہیں

جب کسی نے کہا کہ نبی صاری مثل ہے تو فاضل بریلوی نے کہا کہ اے خالقو
حدیث پاک پر صریح صاری مثل نہیں بلکہ بے مثل ہیں۔
”وایکم مثلی“ [مشکوٰۃ: ۱۲۵]

اور حدیث پاک کے ساتھ اپنا کلام پیش کیا۔

تیرا مسو ناز ہے عرش بریں ، تیرا عزم ناز ہے روح الامین
تو ہی سرور ہر دم جہاں ہے شہا ، ترا مثل نہیں ہے لہا کی قسم

جب کسی نے کہا کہ نبی صاری مثل ہے تو آپ نے حدیث کا حوالہ دیا۔
”ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فمنى الله على
بلاؤك“ [ابن ماجہ]

اور حدیث پاک کے ساتھ اپنا کلام پیش کیا۔

تو زندہ ہے دلاہ ! تو زندہ ہے دلاہ !
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جان جہاں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

جب کسی نے کہا کہ نبی سے مانگنا شرک ہے تو آپ نے حدیث کا حوالہ دیا۔
”سل یا بیعة“ [گنگ بخاری]

اور حدیث پاک کے ساتھ اپنا کلام پیش کیا۔
وہ کیا جود و کرم ہے شہ پہلا حیرا
نہیں سن ہی نہیں مانگتے وہاں حیرا
مانگتے مانگیں جانیں گے نہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لگے نہ حاجت اگر کی ہے
جب کسی نے نبی کے وسیلے کے بغیر کامیابی چاہی تو کافضل بریلوی نے کہا۔

ٹھوکر بن کھاتے پھرو گے ، اُن کے وہ پہ پڑ رہو
قافلہ تو اسے رضا ! اول گیا ، آخر گیا
جو حیرے وہ سے پار پھرتے ہیں
وہ ہند یونہی غوار پھرتے ہیں
اس گلی کا گناہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

بھلا خدا کا بھی ہے وہ نہیں اور کوئی مگر مگر
جو وہاں سے نہیں آکے ہو ، جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

سیاسی خدمات میں با کمال

آپ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی جہاں مذہبی رہنمائی فرمائی ، وہاں سیاسی میدان میں بھی کوئی گئی نہ کی ، چنانچہ برصغیر پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضہ کے بعد ہندوؤں نے گاندھی کی گہرائی میں میدان سیاست میں قدم رکھا اور ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعروں کا کر اسلام کو ہندوستان میں مدغم کرنے کی ناپاک کوشش کی اور اسی مقصد کیلئے مختلف تحریکیں چلیں ، تحریک ہجرت ، تحریک ترک موالات ، تحریک گاؤں کشی وغیرہ ۔ ہندو مسلم اتحاد کے نام پر بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آغوشی کے نذر ہو گئے مگر ان نامساعد حالات میں بھی فاضل بریلوی کی شخصیت نے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ناپاک عزائم سے آگاہ کیا اور دوقوی نظریے کا سب سے پہلے تصور پیش کیا اور مذکورہ تمام تحریکوں کا بھرپور رد کیا ، یہی دوقوی نظریہ بعد میں پاکستان کی آزادی کی جہاد بنا۔

کہتے والوں کی زبان کو کون روک سکتا ہے ، وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ امام احمد رضا انگریزوں اور شخصیت تھے ، تحریک خلافت ، تحریک ہجرت ، تحریک ترک موالات کی سبھی تحریکوں میں ان کی روش انقلاب دشمنی پر مبنی تھی ، ہندوستان کے دارالسلام اور دارالحرب ہونے کی بحث میں بھی ان کا نقطہ نظر رجعت پسندانہ تھا ، اسلئے برصغیر کی تحریک آزادی میں انہوں نے محض منفی کردار ادا کیا ہے ۔

کہتے والوں کی اس بات کے جواب میں سب سے پہلے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ امام احمد رضا پالیٹیشن نہیں بلکہ سٹیشن میں تھے ، سیاسی لیڈر نہ تھے بلکہ مدبر تھے

پاکستان اور سیاسی لیڈر عوام کی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں جبکہ سفلیس میں اور بدترین
غش پائی کر کے حالات کا رخ متعین کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تحریکیں
اسپتہ اسپتہ وقت میں جذباتیت کا سہل رواں تھیں مگر ان تحریکوں کا نتیجہ کیا نکلا، تحریک
ہجرت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد رفیع احمد جعفری نے لکھا ہے۔

”پھر ہجرت کی تحریک اگلی ۸۰ ہزار مسلمان لپٹا گھر بار، جائیداد، اسباب وغیرہ
اونے ہانے داسوں بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے، وہاں جگہ نہ ملی تو واپس آ گئے، کچھ
مرکب گئے، جو واپس آئے تہا وہ حال، بے دست و پا، غفلت، تلاش، تہی دست مہلک اور
بے یار و مددگار رہا اگر اس ہجرت کو بلا کٹ نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔“

اور تحریک ہجرت اس بحث کا منطقی نتیجہ تھی کہ ہندوستان دارالسلام ہے یا
دارالحرب، امام احمد رضاؒ اسے دارالحرب قرار نہیں دیتے تھے، وہ جانتے تھے کہ اس سے
مسلمانوں کیلئے سود کھانا تو جاکر ہو جائے گا مگر ہجرت اور تلواریں اٹھانا ان پر لازم ہو جائے گا
اور اسے دارالسلام قرار دیتے تھے کہ سینکڑوں سال مسلمان اس پر حکمران رہے تھے، اب
بھی سر زمین میں امن تھا اور مسلمانوں کو دینی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی
ہجرت یہ ہے کہ جو لوگ انگریز کے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے پر مصر
تھے آج ہندوستان میں اسے دارالحرب قرار دینے کا لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتے جس سے
وہ عمل طور پر امام احمد رضاؒ کے فتویٰ کی تائید کر رہے ہیں۔

تحریک خلاف اور تحریک ترک سوالات کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے
۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم ہوئی، اس میں ہندوستان سے فوجی بھرتی کرنے کیلئے برطانیہ
نے اعلان کیا کہ جنگ میں حصہ حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کو آزاد کروایا جائے گا، ظاہر
ہے اس وقت مسلمانوں کے سامنے پاکستان کا نصب العین نہ تھا، ہندوستان آزاد ہوتا تو

حکومت ہند اکثریت کی ہوتی یہی وجہ ہے کہ گاندھی جی نے قومی بھرتی کی زبردست حمایت کی اور دولاکھ کے قریب ہندو اور مسلمان سپاہی انگریزی افواج کے ساتھ مل کر لڑے۔ ترکی کو اس جنگ میں شکست ہوئی، فتح پانے کے بعد انگریز دھڑے سے ہٹ گیا، اب گاندھی جی اسے سزا دینے کی فکر میں تھے، اس مقصد کیلئے خلافت کا مسئلہ اٹھوڑا گیا حالانکہ سب جانتے تھے کہ ترکی کی سلطنت اسلام آبادی کرتوتوں کی وجہ سے خلافت کے نام پر ایک دھجے سے کم نہیں مگر یکایک یہ کہا جانے لگا کہ ترکی کا سلطان اسلام کا خلیفہ ہے اور اس کی خلافت ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے، مسلمان پھر مٹھے، ایک تحریک چل نکلی مگر طرفہ تماشہ یہ کہ تحریک کی قیادت گاندھی جی کے ہاتھ میں تھی، مگر یہ ہندوستان میں ایک الگ خطہ دین دینے کے حق میں نہ تھا، وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کر رہا تھا، امام احمد رضا گاندھی کے اس بچھانے ہوئے دام فریب کو خوب دیکھ رہے تھے، مسئلے انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب علامہ اقبال اور قاضی عظیم بھی اس کی زلف گیر کے امیر تھے، دیکھا جائے تو دو قومی نظریے کے عقیدے میں امام احمد رضا مقلد ہیں اور یہ دونوں حضرات آپ کے مقتدی، پاکستان کی تحریک بھی فروغ نہ پائی اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے خبردار نہ کرتے۔

یہی صورت حال تحریک ترک موالات کی تھی، گاندھی جی مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ مل کر ہر قسم کے باغیگات کیلئے اکسارہے تھے، امام احمد رضا کا موقف یہ تھا کہ موالات دوقی اور محبت کو کہتے ہیں اور شریعت میں حکم مشرکین و کفار سے دوقی اور محبت نہ کرنے کا ہے، لیکن دین اور موالات کے ترک کا نہیں اور جہاں تک دوقی کی ممانعت کا تعلق ہے، اس میں انگریز کی تخصیص نہیں، اس میں ہندو بھی شامل ہیں، ایک مشرک سے

یہاں کی شکایاتیں بڑھا کر دوسرے مشرک کا مقابلہ مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا۔

قائم اعظم تحریک ترک ممالک کے مخالف تھے مگر مولانا غوث علی جوہر اور شوکت علی سمیت بہت سے مسلمان رہنما اس مسئلے میں گاندھی جی کے ساتھ تھے، امام احمد رضا کے فکر و حق سے متاثر ہو کر یہ سیاسی اکابر بھی آہستہ آہستہ ہندو کی سیاست سے باخبر ہوتے چلے گئے۔

جس زمانے میں یہ تحریکیں چل رہی تھیں، ان میں عوامی جذبات بھرے ہوئے تھے ویسے بھی ہندو قوم بدقسمتی سے احتجاج ہند واقع ہوئی ہے بھول شاعر۔

انہوں ہم چلے نہ سیاست روی کی چال

یا بے خودی کی چال چلے یا غدوئی کی چال

ایسے میں مخالفتوں اور الزام تراشیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے مسلک احمدی پر قائم رہنا اور قومی نظریے کے فروغ کیلئے مدد بخشد و جہنی کی سیاست پر کار بند رہنا امام احمد رضا جیسی آسمانی اصحاب رکھنے والے انسان ہی کا کام تھا، وہ یہ کہنا کہ ان کے اقدامات انگریز نوازی پر مبنی تھے تو یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو یا تو امام احمد رضا کے مسلک کو سرے سے جان ہی نہیں یا جان ہے مگر ماننا نہیں چاہتا، ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سامراج سے انہی غزوت ہو کہ وہ اس کی پکھری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو، جو مقدمہ قائم ہونے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو، جو خود گھٹتا ہو تو کھڑا اور لفافے کی اٹلی طرف پھٹتا ہو تاکہ انگریز بادشاہ اور ملکہ کا سر نیچے نظر آئے، وہاں کے ہمارے یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا، یہاں یہی ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج غلط، چاند گری، ہستہ غلطی اور سخت جہالت کا دوسرا نام ہے۔

دیگر شخصیات کی نظر میں باکمال

ڈاکٹر کوثر دھاری کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا دور درگاہِ رفیعہ تھے، آپ نے ۳۶۰۰ سوالات کے جوابات ۱۳۳۰ مسلمات میں دیے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اس دور کے ابو حنیفہ فاضل بریلوی تھے، آپ جو دوائے قائم کر لیتے، پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہتے، یقیناً آپ اپنی رائے کا اظہار بڑے طور و فکر کے بعد کرتے۔

عظیم محمد سعید مرحوم چیرمین ہمدردسٹ کہتے ہیں کہ فاضل بریلوی کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان کی تحقیق میں وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کیلئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں، جس وسعت کے ساتھ آپ نے ان علوم جدیدہ کے حوالے اپنے فتاویٰ میں دیے ہیں، اس سے آپ کی دقت نظر اور علمی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر قدیر خان کہتے ہیں کہ انگریز اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ نے مسلمانوں کی معیشت کو، ان کے نظام تعلیم کو مکمل اپنی مرضی میں بکھڑایا تھا، قریب تھا کہ ملت اسلامیہ کا مٹایا ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا جیسے مدبر اور جہادِ نفس کو بھیجا جس نے مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں سے نجات دلائی۔

دوسرے مقام پر کہتے ہیں کہ آپ کی ہر جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی ہے، سورج حرکت پزیر اور چوکور دس جہت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل

بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

فتاویٰ و علمی جہالت میں پاکمال

امام احمد رضا جس موضوع پر قلم اٹھاتے، دلائل و براہین کے اہلکار لگا دیتے، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث و تحقیق کی اہتمام کو پہنچتے، مسائل کی تخلیق اور تفصیل پر آتے ہیں تو دہریہ کی روانی اور سند کی وسعت کا نقش نظر آتا ہے، مقلدین فقہاء کے اقوال و مخلفہ میں تحقیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف سرے سے تھا ہی نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے تعلقات پر دستگیر اور گہری نظر رکھتے تھے، مگر قی حدیث، مشکلات حدیث، تاریخ و موضوع، رائج و مرجوح، مگر قی ظہیق و وجود استدلال اور اسما و رجال، یہ سب امور انہیں مستحضر رہتے تھے، محدث کچھ چھوری فرماتے ہیں۔

”علم الحدیث کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی مائے غذ ہیں، ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے بظاہر فقہ حنفی پر رو پڑتی ہے، اس کی روایت و وصایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے بزرگ شعبہ علم اسما و رجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی الفاظ ملتے، اس کو کہتے ہیں علم رائج، علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت“

امام احمد رضا کی جہالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انہیں جو عالم بھی نہ، عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کیلئے ان کا راجح بن گیا، حضرت علامہ مولانا وحسی احمد محدث سورتی، عظیم محدث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا سے اس قدر وابہانہ تعلق رکھتے تھے

کہہ دیتے ہاتھوں کو خیرت ہو جاتی تھی، حضرت مولانا سراب احمد اپنے دور کے عظیم القدر فاضل تھے اور علم ہدایت میں تو انہیں شخص مامل تھا، [الذیہ: الصوابیہ] کہتے وقت ذوی الارحام کی صنف راجع کے بارے میں پہلی پہ قول دریافت کرنے کیلئے دیکھ رہے تھے، ہمارے چند اور دیگر علمی مراکز کی رجوع کیا، کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا، پھر انہوں نے وہی سوال بریلی بھیجا، ایک ہفتے میں انہیں جواب موصول ہو گیا جسے کچھ کران کا داغ روشن ہو گیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی نکات اور جملوں کے قائل تھے، کوئی نہیں جانتا کہ امام احمد رضا نے عدۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت حجاب کیا اور دیکھا، اس کے باوجود عدۃ کے ناظم اعلیٰ عباس احمد الحسن علی عدوی کہتے تھے۔

”ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پل ہو، اس حقیقت پر ان کا لگاؤ اور ان کی کتاب [مکملہ الفقہ] شاہد ہے۔
امام احمد رضا میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی تھی اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اس کے باوجود تکبر اور غلب کی روشنی نہیں آتے۔“

اخلاق کریمانہ

اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی [الحب لله والبغض لله] کی مکمل صداقت تھی، آپ کسی سے محبت فرماتے تو اللہ کیلئے اور مخالفت فرماتے تو اللہ ہی کیلئے، کسی کو کچھ دیتے تو

اللہ کیلئے اور منع فرماتے تو اللہ کیلئے

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت کا ہمیشہ معمول تھا کہ تصنیف و تالیف، کتب بینی، دور دورہ و خانقاہ میں اشغال کے خیال سے غلویت لگنی اختیار فرماتے، پانچوں نمازیں مسجد میں ہمیشہ پابجا امت ادا فرماتے۔

اعلیٰ حضرت دھند و غسل میں بہت احتیاط فرماتے، عموماً دو گونے پانی سے وضو فرماتے۔

اعلیٰ حضرت خطوط کے جوابات کا بہت اہتمام فرماتے، مگر استغناء بہت اہم ہوتا تو خود تصنیف فرماتے، ورنہ حضرت صدر الشریعہ یا حضرت ملک العلماء کے سپرد فرما دیتے، مدرسہ کے متعلق جو خطوط آتے وہ حضرت حمزہ الاسلام کے پاس بھجوا دیتے۔

اعلیٰ حضرت دھند و تقریر سے بہت احتراز فرماتے، آپ کا معمول تھا کہ سال میں صرف تین دھند فرمایا کرتے تھے، ایک جلسہ دستار بندی کے سالانہ پروگرام میں، دوسرا دھند مکمل میلاد النبی جو ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو اعلیٰ حضرت کے آبائی مکان میں منعقد ہوتی جس میں شہر کے علمائے دینی و معززین مطلوبہ دعوت نامہ کے ذریعے مدعو ہوتے اور تیسرا دھند اپنے مرشد کامل حضرت سید شاہ آل رسول دار ہروی کے عرس کے موقع پر ارشاد فرماتے۔

اعلیٰ حضرت چودھویں صدی کے مجدد

”عن ابی ہریرۃؓ قال رسول اللہ : ان اللہ تعالیٰ یبعث لہذہ

الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجد دلہا دینہا“

[حاکم فی المستدرک]، [بہقی فی المعرفة]، [ابو نعیم فی

الحلیۃ]، [طبرانی فی المعجم]، [امام جلال الدین السیوطی فی جامع

الصغیر]

”حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ؐ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کیلئے ہر سو سال کے آخر پر ایک شخصیت مبعوث فرماتا ہے جو دین اسلام کو زندہ کرتا ہے۔“

امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سچی ہے۔

محترم قارئین!

نبی اکرم سرکارِ دو عالم کا فرمانِ گرامی آپ نے ملاحظہ فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ پر دو ہزار عالم ہر صدی کے آخر میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتا ہے اور قوم کو بھولی بھری باتوں کو یاد دلاتا ہے، وہ مرد حق تہجد و احیاء دین کی کٹھن راہوں سے گزرنے میں حیرتِ حامت کا نشانہ بنتا ہے اور کبھی کبھی تو قید و بند کی کٹھن مسمیتوں سے بھی اسے دو چار ہونا پڑتا ہے، چنگ و دھ کوئی سیاسی قیدی نہیں ہوتا جو حالات کے تہرے سے مرعوب ہو کر کُلِ حق کو دھابیں لے لے بلکے آمرانہ جابرانہ طاقتیں خود اس کے قدموں پر چلتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی مختصر زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے جس کے باعث دنیا اسے مجدد کے نام سے یاد کرتی ہے۔

مجدد کیلئے ضروری ہے کہ ایک صدی کا اختتام اور دوسری صدی کا آغاز ہو، اٹلی حضرت عظیم المرتبت کی ولادت ۱۲۷۲ء ہے اور انتقال ۱۳۴۰ء ہے، اسلئے آپ نے حیر ہوئی صدی کے تقریباً ۲۸ سال پائے اور علوم و فنون و دوس و تدبیریں و تالیفات و تصنیفات و حفظ و تقریر میں مصروفِ عمل رہے اور چودھویں صدی کے تقریباً ۳۹ سال پائے جس میں حمایتِ دین و کفایتِ مسلمانین، احقاقِ حق و ازالہ باقی باطل، اصلاحِ سنت و اہل بیتِ بدعت میں جان و مالِ علم و فضل صرف فرمایا۔

- پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن محمد اعجاز
 دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعی
 تیسری صدی کے مجدد قاضی ابوالحسن ابن شریف
 چوتھی صدی کے مجدد امام ابو بکر بن باقلانی
 پانچویں صدی کے مجدد امام غزالی
 چھٹی صدی کے مجدد امام فخر الدین رازی
 ساتویں صدی کے مجدد امام آقائی الدین
 آٹھویں صدی کے مجدد زین الدین عراقی، جس الدین جزری
 نویں صدی کے مجدد امام جلال الدین سیوطی
 دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری
 گیارہویں صدی کے مجدد مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی
 بارہویں صدی کے مجدد اورنگ زیب عالمگیر
 تیرہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق دہلوی
 چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی
 مؤید ملت طاہرہ، صاحب تصانیف طاہرہ و تالیفات طاہرہ
 محترم قارئین!

حضرت عمر بن محمد اعجاز اور اہل حضرت کے درمیانی صدیوں میں جتنے بھی مجددین کے مجدد بن گئے تھے ان سب کی تاریخ میں ایک بات قدر مشترک نظر آتی ہے کہ آسمان ہدایت کے ان چمکتے ہوئے ستاروں پر غبار ڈالنے کی کوشش کی گئی مگر ”الحق معلوم والا بلی“ حق خود بلند ہوتا ہے وہ کسی کے بلند کرنے سے عظمت و رفعت کی

چنان پر نہیں پہنچتا، نہ کسی باطل کی ہوا بخیری سے اس کی صداقت پر پردہ پڑتا ہے، دنیا کی فرعون و طاغوتی قوتوں نے ان کا مقابلہ کیا لیکن آخر میں ایک صبح ایسی نمودار ہوئی جس کی روشنی پر تاریکی کا پردہ نہ پڑ سکا اور ان کے نمایاں کارناموں کے سامنے قیروں کی بھی گردنیں جھک گئیں۔

چنانچہ جدارِ اہل سنت کے متعلق آج بھی مخالفت کے باوجود کارِ علماء و یوہند یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ کچھ بھی ہو مولا امام احمد رضا عظم کے باوجود تھے جس مسئلہ پر قلم اٹھایا، اس کا کوئی گوشہ بھی تھکاپ نہ چھوڑا۔

حضرت مولانا مفتاح احمد دہلوی فرماتے ہیں کہ ویسے تو اہل حضرت کی زندگی بکھر طم و مل تھی، علماء عرب و عجم نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا، جس کی ادنیٰ مثال آپ کی تصنیف [حسام و الحرمین] ہے جس پر کثیر علماء عرب نے اہل حضرت کے ثناء کی نہ صرف تصدیق فرمائی بلکہ آپ کے علمی فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے تقریحات بھی نوٹ فرمائیں، لیکن آج ہمیں اس مسئلے پر روشنی ڈالنی ہے کہ وہ کون سے اسباب و علل ہیں جن کی بناء پر دنیا امام اہل سنت امام احمد رضا کو چھوڑ کر دسویں صدی کا مہم دہانے پر مجبور ہو گئے۔

ایک مہم کی تاریخ کو ہاتھ کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کے گرد و پیش ماحول کو کوثری نگاہ سے دیکھا جائے تاکہ اس کے گنگ ماحول کا اندازہ ہو سکے۔

اہل حضرت کی زندگی کا نچر اور غلام ہے (محقق حق اور رابطہ اہل مذہبی سے مراد آپ کی تصنیف و تالیف، تقریر و تقریر اور وہ روایات جو یکے بعد دیگرے ہم تک پہنچی، جہاں تک روایات کا تعلق ہے، اس خصوصیت میں اہل حضرت کے حلقہ میں میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا فضل رسول بدایونی سرفہرست ہیں لیکن ان دونوں حضرات کو مہم دہانا گیا کیونکہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کی تاریخ پر ان کا مہم دہانا

کر داتا گھاناپ ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش کا نگاہ اول جائزہ نہیں لے سکتی اور مولانا فضل رسول بدایونی کی زندگی پر تصوف و کشف و کرامات کا ایسا خمیں غلاف چڑھا ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش خود بخود اس میں گم ہو جاتے ہیں۔

علامہ فضل حق خیر آبادی خواص کی نگاہ میں ایوانی معقول کے شکسیر کبھے جاتے ہیں اور تاریخ بیضوں کی فخر میں آزادی ہند کے تاجدار اول تصور کئے جاتے ہیں اور مولانا فضل رسول بدایونی علماء کے طبقہ میں جید عالم اور عقیدت مندوں کے جہر مٹ میں مرشد کمال کی جگہ پاتے ہیں مگر امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی عالم شریعت، شیخ طریقت معظم و معلم، دہلوی و دہلیہ، حاکم و محکم، عام و خاص، علماء و عوام ایک پر پیکل دیرو پیکر سے لے کر تاج و در و در تک کی نگاہ میں مہر و کمال کبھے جاتے ہیں۔

محترم ہمارے

اگر ایک طرف مولوی شعلی نعمانی کا قلم آزاد و عیالی طبقے سے خراج عقیدت حاصل کر رہا تھا تو دوسری طرف اعلیٰ حضرت کا زور قلم علمائے عرب و عجم کو دھوٹے لگودے رہا تھا مگر قلم کی وہ پختہ کاری جو اعلیٰ حضرت کی تصنیف و تالیف میں پائی جاتی ہے، وہ کہیں دوسری جگہ نہیں ملتی۔

مولوی شعلی نعمانی کی تالیفات سے [سیرت النبی] بڑی شہرت یافتہ مایہ ناز تالیف بھی جاتی ہے مگر ان باب فکر و نظر پر یہ حقیقت غفل نہیں کہ سیرت النبی میں مولوی شعلی نعمانی نے مسئلہ معراج پر گفتگو کرتے ہوئے قصص و روایات کا تسلسل باعداد دیا مگر اس فیصلہ میں ان کا قلم خاموش رہا کہ رسول محترم کو آیا معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ یہ ایک مولف کی بہت بڑی کمزوری ہے بلکہ ایسی صودت میں اس کی عدم تحقیق اس کا استہان حق تصور کیا جاتا ہے۔

اگر سیرت النبی میں واقعات کی فراہمی ہی کو دخل ہوتا تو اس مسئلہ کو نہ چھیڑتا مگر حضور کی ولادت سے متعلق ۹ ربیع الاول کی اپنی تحقیق پیش کرنا یا واقعہ ہجرت پر گفتگو کرتے ہوئے قارئین پر کھوتے کے انداز دینے سے انکار یا اجترہ شیخ احمد کی روایت پر طعن و جرح کرنا وغیرہ اور مسئلہ معراج میں روایتوں کی فراہمی کے بعد ائمہ حقیقت میں خاموش رہنا، کچھ تو ہے جس کی پردہ داری کی گئی ہے، لیکن اعلیٰ حضرت کے قلم میں کھل روایات کے ساتھ حکم اور قوت فیصلہ کی بے پناہ طاقت موجود تھی، یہی وہ طاقت ہے جو آپ کی مجددیت کو ممتاز حیثیت دے کر دوسرے انکار سے جدا کرتی ہے۔

ہاں اگر سچ کی مخالفت کرنے والا مجدد ہو سکتا ہے تو اشرف علی تھانوی نے مسئلہ میلاد و قیام میں اپنے روحانی باپ حامی اعداؤ اللہ مہاجر کی مخالفت کی ہے، اس لحاظ سے انہیں مجدد کہہ سکتے ہیں، اگر آپ کی اصطلاح میں ایسے مولف کو مجدد کہتے ہیں جس کی عبارت نہ صرف ایمان توہین بلکہ رسول پاک کی کھلی ہوئی توہین ہو تو حفظ الایمان کے مولف شاتم رسول جناب تھانوی صاحب کو مجدد کہا جاسکتا ہے جس میں سرکارِ دو عالم کے علوم فیہ کو جانور، پاگل اور بھٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اعلیٰ اذہا!

اگر آپ کا یہی اصول ہے کہ دین میں نئی بات پیدا کرنے والا مجدد ہے تو پھر ایسے مجدد کی پہلی کڑی حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ذات گرامی قرار نہ پائی بلکہ ایسے مجدد کا رشتہ ابو جہل اور زید چلید سے ہوتا اور اگر تصنیف و تالیف کی کثرت و بہتات پر نگاہ ڈال کر مجدد کا فیصلہ کیا جائے تو تھانوی صاحب نے بڑے رسائل و کتب لکھیں، اس اصول کے پیش نظر اعلیٰ حضرت کے مدرسہ خزانہ علم کے خوش یمن مفتی اعظم مولانا امجد علی دہلوی کی بہادر شریعت اور تھانوی صاحب کی ہشتی زہر کا موازنہ کیا جائے تو یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہشتی زہر کے دس حصہ پر بہادر شریعت کا ایک حصہ بھاری ہے بلکہ اس حصے کو بہادر شریعت کے ایک

جسے سے بھی کوئی نسبت نہیں۔

اب ہم آپ کی زبانِ عدالت سے فیصلہ لینا چاہتے ہیں کہ جس کی معرکہ القادسیہ تصنیف بہادر شریعت کے مقابل نہیں لائی جاسکے، وہ قادیانوی رضویہ کے مقابل کس طرح لڑائی جاسکتی ہے جس کی ایک ایک سطر میں علوم و معارف کے پیش بہا غزلانے پڑی ہیں، اب آپ ہی بتائیے کہ اعلیٰ حضرت اور قادیانوی صاحب کے درمیان کونسا تقدیر مشترک ہے جس کی بناء پر ایک دوسرے کے مقابل لایا جاسکے، اسی لئے جمہور علماء حق کا اتفاق و اتحاد ہے کہ آخری فیصلہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بغیر کسی موازنہ کے چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔

مگر یہ واضح رہے کہ اس مجدد کی شان ہی نرالی ہے، پوری نوع کی احیاءِ سنت اور فرقہ باطلہ کی تردید میں گزاردی مگر کوکِ قلم پر بھی ایسی بات نہ آئی جس سے اشارہ کیا جاسکے کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ شخص اپنے آپ کو مجدد کہلاتا ہے۔

آخر کار یہ عظیم المرتبت شخصیت، امام عاشقان، مفکر اسلام، محقق دین، فاضل بریلوی ۲۵ مفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بروز جمعہ المبارک عین اذانِ جمعہ کے وقت پورا کمرِ خیر پڑھ کر واصلِ حق ہوئے، مآثر و آثار الہیہ راجحین!

داسے پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
عرش پر دھوسا مجھیں ، وہ مومن و صالح ملے
یوں نہ فرما میں ترے شاہد کو وہ قاجر سمجھا
عرش سے ماتم اٹھے ، وہ طیب و طاہر سمجھا

یانی ! جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

اے پروردگار عالم! جب تک آسمان کے ستاروں میں چمک اور سرخسازوں میں کونکوں کی کوک اور بلبل کی ترنم غیر صدا میں گونج رہی ہوں۔ اے کائنات کے پانہدار! جب تک سمندر کی روانی اور سلاخ سمندر پر چلیوں کا کھیل کود ہو۔ اے خالق کائنات! جب تک کائنات کی پھل پھل اور گردش ٹیل و پتہ ہو۔ اے رب کریم! جب تک محن کشتی میں کلیوں کی مسکراہٹ اور پھولوں کے حسین قہقہے پر بلبلوں کی بوا بخی ہو۔

اس وقت تک آقائے نعمت، پروانہ رسالت، سماوی صفت، قاطع بدعت، تاجدار اہل سنت، مجدد دین و ملت مولانا الشیخ احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے حرار پرانوار پر ترے رحم و کرم کے پھولوں کی برسات چھا چھم رہتی رہے۔ آمین ثم آمین!

ماخذ و مراجع

- [۱]۔ ڈاکٹر فیاض الدین احمد مصنف ڈاکٹر ساجد امین رضا اکیڈمی لاہور۔ [۲]۔ مناظر کائنات، حسن رسولی اور صدائق بخشش، ڈاکٹر محمد شرف قادری، اویسی یک سال گوجرانوالہ۔ [۳]۔ امام احمد رضا کا نظریہ سائنس، مولانا جلال الدین قادری۔ [۴]۔ خلفاء امام احمد رضا، علامہ عبدالکیم شرف قادری، رضا اکیڈمی لاہور۔ [۵]۔ امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، محمد جلال الدین قادری، مرکزی مجلس رضا لاہور۔ [۶]۔ فقیہ العصر، ڈاکٹر مسعود احمد، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ [۷]۔ منہو احمد رضا، سید شہامت قادری، رضا اکیڈمی لاہور۔ [۸]۔ اہل حضرت ایک بدعت فقہیت، مولانا کوثر نیازی، مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ [۹]۔ اہل حضرت مابعد زوہدی، مولانا فیض احمد اویسی، رضا اکیڈمی لاہور۔ [۱۰]۔ الشیخ ابیہ رضا فی فقه الشیخ احمد رضا، مولانا فیض احمد اویسی، مرکزی مجلس رضا

لاہور۔ [۱۱] ۱۳ ویں صدی کے مجدد مولانا محمد غفر الدین بہاری، مرکزی مجلس دہلا
لاہور۔ [۱۲]۔ امام احمد رضا بریلوی مولانا مفتاح احمد گیلانی دہلا اکبری لاہور۔

